قرۃ العین حیدر کے ناولوں میں ہندی تاریخی اور اساطیری شہروں کا تذکرہ

شبیر احمد
(ریسرچ سکالر، پی ایچ ڈی (اُردو)، ہزارہ یونیورسٹی، مانسہرہ)

ڈاکٹر محمد الطاف یوسف زئی
(ایسوسی ایٹ پروفیسر، شعبہ اُردو، ہزارہ یونیورسٹی، مانسہرہ)

Abstract:

Hindu religion is closely interlinked with mythology and it is not possible to study the different dimensions of this religion without proper knowledge of mythology. It is one of the major religions of the world originating on the land of Indian subcontinent and comprised of several beliefs, and rituals. Hindus not even worship their Gods and Goddess but also praises and connected with their allied things and places. Qurat ul Ain Haider a famous Urdu Novelist and Short story writer of twentieth century in her work describes the mythological characters of several Hindu deities like Brahma, Vishnu, Siva, Ram, Arjan, Kirshan etc. She elaborated different stories and also shed light on different religious & mythological places, cities, rivers, plants and animals of Hindu religion.

Key words: Mythology, Bandrabin, Lanka, Taxila, hastanapur, Kirshan, Banaris, Mithra, Arjan, Ram, Seeta, Hari Shankar, Holi, Indian Civilaization.

اسطورہ عربی زبان کا لفظ ہے اور اسم مشتق ہے۔ ثلاثی مجرد کے باب سے ماخوذ ہے۔ جس کی جمع اساطیر ہے اور اس کا مادہ (س، ط، ر) یعنی سطر ہے۔ اُردو زبان و ادب پر دیگر زبانوں کی طرح ہندی اور سنسکرت زبانوں کے گہرے اثرات ہونے کی وجہ سے یہاں بھی اساطیر کے لیے مختلف اصطلاحات استعمال ہوتی ہیں مثال کے طور پر "دیومالا"، علم الاصنام" اور صنمیات کی اصطلاحات زیادہ معروف اور مشہور ہیں۔ علم الاساطیر کسی معاشرے میں موجود افسانوی داستانوں یا قدیم قصے کہانیوں کے مطالعہ کو کہا جاتا ہے۔ اسطورہ آباؤ اجداد کے زمانے سے چلی آنے والی ایسی افسانوی داستان کو کہتے ہیں جس کی تاریخی حیثیت کو تسلیم کر لیا گیا ہو اور اس کے سچ ہونے کا تاثر اس معاشرے میں عموماً پایا جاتا ہو۔ اساطیری داستانوں کا ایک فائدہ یہ بھی ہے کہ کسی قوم یا ملک کے ثقافتی و تہذیبی نظریات کو سمجھنے میں خاصی مدد ملتی ہے۔ ڈاکٹر مہر عبد الحق نے تاریخی شواہد کی بنیاد پر اساطیر کے بارے میں یہ رائے قائم کی ہے:

> "قدیم انسان نے دنیا و مافیہا کو اپنی تفہیم کی سطح کے مطابق جس انداز میں معانی پہنانے کی کوشش کی ہے اس کے واضح نشانات ہمیں ان ساطیر الاولین میں ملتے ہیں جن میں مختلف قبائل نے اپنے

آباؤاجداد یا ہیروز یا فوق البشر ہستیوں کے فرضی یا نیم حقیقی واقعات اور کارناموں کو محفوظ رکھا ہوا ہے۔ یہ کارنامے اعلیٰ و ادنیٰ کرداروں کے ایسے ان منٹ نقوش ہیں جو ہزاروں برسوں سے سینہ بہ سینہ اور نسلاً بعد تواتر سے ہم تک پہنچے۔"[1]

قراۃ العین حیدر نے اپنے ناولوں میں ہندی تاریخی اساطیر کے جو کردار شامل کیے ہیں ان کے حالاتِ زندگی، عقائد، فلسفہ اور اساطیری جہتیں بیان کرنے کے ساتھ ان سے منسلک اور منسوب شہروں اور گاؤں کا بھی ذکر کیا ہے۔ گو کہ یہ شہر خود کوئی اساطیر یا دیومالائی کہانی اختراع نہیں کرتے لیکن چونکہ ان تاریخی اور اساطیری کرداروں کا ان مقدس شہروں کا ساتھ جنم جنم کا رشتہ ہے اور انھوں نے اپنی زندگی انہی شہروں اور گاؤں میں رہ کر گزاری ہے اسی لیے یہاں ان کا ذکر کرنا ضروری ہے۔ ہندو مذہب کی یہ خاصیت ہے کہ انھوں نے اپنے مقدس دیوی دیوتاؤں اور ان سے جڑے ہوئے تمام عناصر کو محفوظ بھی رکھا اور ان کا احترام بھی کیا۔ ہندوؤں کی مقدس کتابوں میں اکثر و بیشتر دیومالائی اور اساطیری قصے کہانیاں بیان ہوئی ہیں۔ اگر رامائن اور مہابھارت کا ذکر کیا جائے تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ ان کتابوں میں ان کے مقدس اور مذہبی دیوتاؤں اور ان کی زندگیوں کے متعلق ہر پہلو پر کوئی نہ کوئی کہانی موجود ہے۔۔

بندرابن

بن کے معنی ہیں جنگل۔ اور بندرابن سے مراد وہ جنگل ہے جہاں سری کرشن جی کا بچپن اور جوانی گزرا۔ اس بن یا جنگل میں کرشن، رادھا اور دیگر گوپیاں پھاگ (ہولی) کھیلتی تھیں۔ جہاں کرشن اپنی بنسری بجاتا تھا اور گوپیاں رقص کرتی تھیں۔ یہ جنگل دہلی سے تقریباً تیس چالیس کلو میٹر دور متھرا میں واقع ہے۔ اس جنگل کے اندر جگہ جگہ سری کرشن جی اور گوپیوں کے مجسمے تراشے گئے ہیں۔ کرشن کا مندر بھی تعمیر کیا گیا ہے یہاں سری کرشن جی کی پوری کہانی تصویروں کی صورت میں منقش کی گئی ہے جو کسی بھی عجوبے سے کم نہیں ہے۔ سندر بن ایک مذہبی گاؤں ہے جس کw ہندو مت میں بہت اہم اور مقدس بھی سمجھا جاتا ہے۔

"آخر شب کے ہمسفر" ناول میں قرۃ العین حیدر نے بندابن کے گاؤں کے حوالے سے کئی جگہ پر ذکر کیا ہے اور دیپالی اور ریحان کی ملاقات کے دوران اس گاؤں کے بارے میں کئی بار ذکر آیا ہے۔ ریحان اس ناول کا مرکزی ہیرو ہے اور انقلاب بنگال کے حوالے سے بڑی جانی پہچانی شخصیت کا حامل ہوتا ہے اور روپوش ہو کر اپنی جماعت کی سرگرمیوں پر نظر رکھتا ہے۔ دیپالی اس سے متاثر ہوتی ہے اور اوما دیبی کی وساطت سے اس کی ریحان سے ملاقات ہوتی ہے۔ ریحان چونکہ ایک انقلابی ہوتا ہے اسی لیے اس کے پاس تاریخ کی بڑی شخصیتوں کے بارے میں کافی معلومات ہوتی ہیں اور وہ دیپالی کو ان تاریخی شخصیات اور علاقوں سے روشناس کرواتا ہے۔

جب دیپالی ریحان کو ملنے جاتی ہے تو وہ اپنے گھر میوزک پروگرام کا بہانہ کر کے جاتی ہے اور ریحان کے پاس بنگال کے ایک دور دراز گاؤں پہنچ جاتی ہے جہاں وہ ایک غریب ملاح کے گھر میں رہتا ہے۔ ریحان اس غریب ملاح کی کشتی میں دیپالی کو اس گاؤں کی سیر کرواتا ہے جسے "بندرابن" کہتے ہیں۔ "آخرِ شب کے ہمسفر" سے اقتباس ملاحظہ کیجیے:

"پھولوں کے ایک کنج میں سے ناؤ گذرنے لگی تو اس نے اوپر جھکی ہوئی ڈالیوں میں سے چند پھول توڑ کر اس کے بالوں پر برسا دیئے۔ ناؤ ایک گھاٹ کے قریب پہنچی۔

بنگال کے ہندو عوام کا عقیدہ ہے کہ جب رام اور سیتا نے بن باس لیا تو انہوں نے کافی عرصہ سندر بن میں بھی گذارا تھا۔ کاٹھیاوار، وسطی اور جنوبی ہند سے لے کر چاٹگام تک ان علاقوں کے باسیوں کا اپنے اپنے جنگلوں کے متعلق یہی عقیدہ ہے۔ ان جنگلوں میں رام اور سیتا انہیں اب بھی چلتے نظر آتے ہیں۔ سندر بن کے اسی تقدس کی وجہ سے نواکھالی اور کھلنا کے جنگلوں اور دریاؤں اور سندیپ کے جزیروں میں پرانے مندروں، مٹھوں اور سنیاسیوں کے جھونپڑوں کی بہتات ہے۔"[2]

ہندو اساطیر کے مطابق بندرابن وہ علاقہ یا جنگل ہے جہاں رامائن کے رام چندر جی نے اپنی بیوی سیتا اور بھائی لکشمن کے ساتھ وقت گزارا تھا اور پھر اسی جنگل میں تیرہ سال گزرنے کے بعد لنکا کے راون نے سیتا مہارانی کو اغوا کیا تھا۔

"اور وہ کون سا لطیف تر عنصر ہے ماموں میاں جو مختلف خطوں کے فنکاروں اور معماروں کے بالکل اندرونی وژن کو ایک دوسرے سے ممیز کرتا ہے؟" چنکی نے سوال کیا۔ "محض نسلی حافظہ اور قومی مزاج اور جغرافیائی اور تہذیبی ماحول۔۔۔؟"

"انکل وکی۔۔۔ وہ کیا شے ہے۔۔۔ وہ ایکسٹرا چیز۔۔۔ جو یورپین اور روسی آرٹسٹوں سے بچوں کی پرستانی کہانیوں کے السٹریشن بنواتی ہے۔۔۔؟ کیا محض تخلیقی تخیل۔۔۔؟" ممی کہتی ہیں۔ بندرابن میں جھاؤ ندی کے کنارے جھاؤ کے پیڑ لگے ہوئے ہیں اور سننے والوں کو چاندنی راتوں میں وہاں دور کہیں بانسری سنائی دے جاتی ہے۔۔۔"[3]

قرۃ العین حیدر نے اپنے ناول "آخرِ شب کے ہمسفر" میں مشترکہ ہندوستانی تہذیب کی ہر جگہ ایک جھلک دکھانے کی کوشش کی ہے اور جب دیپالی سندر بن کے اس مندر میں ریحان کے ساتھ گھومنے کی غرض سے جاتی ہے اور وہاں پر ریحان عقیدت مندانہ طور پر پجاری سے ٹیکہ لگواتا ہے اور اس کی مرضی سے گلے میں پھولوں کا ہار پہناتا ہے۔ اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ اس وقت بنگال میں رہنے والے مختلف مذاہب کے لوگوں کا آپس میں تعلق کس قدر خوشگوار تھا اور ان کے درمیان مذہب اور قوم کے برعکس آپس میں ایک دوسرے سے

کس قدر عقیدت تھی۔ مندر کا پجاری ریحان اور دیپالی کو میاں بیوی سمجھتا ہے اور ان کے ماتھوں پر تلک کا نشان لگا کر دونوں کی آرتی اتارتا ہے۔ پھر ان کے گلے میں گیندے کے پھولوں کا ہار بھی ڈالتا ہے۔ حالانکہ دونوں غیر شادی شدہ ہوتے ہیں اور ناول کے آخر تک دونوں کی آپس میں شادی نہیں ہوتی ہے۔ دیپالی جب ریحان کے ساتھ مولوی صاحب کے گھر میں رہتی ہے تو وہ لوگ اسے کلثم کہہ کر پکارتے ہیں اور دیپالی کو بھی اس نام سے کوئی اعتراض نہیں ہوتا۔ اس حوالے سے ناول "آخرِ شب کے ہمسفر" کا ایک اقتباس ملاحظہ ہو:

> چلو بٹی کلثم (دیپالی) مولوی ابو الہاشم نے آواز دی وہ اور زینب برابر کلثم کہہ کر پکارتے تھے۔ اس لئے کہ انہیں یقین کامل تھا کہ بہت جلد یہ لڑکی ریحان کے ہاتھوں مشرف بہ اسلام ہو کر اس سے نکاح کرے گی۔ جانے ریحان ان دونوں بھولے میں بیوی کو کیا پڑھا رکھی تھی کہ زینب بی بی نے ایک دن بڑی رازداری سے ریحان سے کہا کہ کلثم کو مولوی صاحب کلمہ پڑھادیں اور شربت کے پیالے پر نکاح ہو جائے، یوں بھی برسات کا زمانہ ہے، اور اس کی دادی نے برسوں سے سینت کر رکھی ہوئی ایک نئی سوتی ساڑی بھی نکال کر ریحان کو پیش کر دی تھی، اور یہ ساڑی انہوں نے بہو کے لئے رکھی تھی۔"(4)

ناول نگار نے اس ناول میں بنگال میں ہندو مسلم تعلقات کی عکاسی کی ہے اور دیکھایا ہے کہ کس طرح دیپالی کو اپنے نام کی تبدیلی پر کوئی اعتراض نہیں ہوتا اور مولوی صاحب کی بیوی کو یہ بھی یقین تھا کہ یہ دونوں ایک دوسرے کے ساتھ شادی کر لیں گے۔

نوارا ایلیا

مہابھارت میں اس شہر کا ذکر ہے جب سیتا کو لنکا کا راجا راون اغوا کر کے لے جاتا ہے اور ہنومان رام جی کے حکم پر اس کی تلاش میں جاتا ہے تو سیتا اسے نوارا ایلیا کے شہر میں ایک محل میں ملتی ہے۔ ہندو اساطیری روایات میں کہا جاتا ہے کہ ہنومان جب محل کے اندر داخل ہوا تو اسے سیتا وہاں پر نظر نہیں آئی کیونکہ راون نے سیتا کو اپنے محل میں نہیں رکھا تھا بلکہ کسی دوسرے پُراسرار محل میں قید کیا ہوا تھا۔ قرۃ العین حیدر اپنے ناولٹ "سیتا ہرن" میں رام اور سیتا کی کہانی بڑی تفصیل سے بیان کرتی ہیں اور جب سیتا چندانی سری لنکا جاتی ہے اور وہاں اسے سیر وسیاحت کے لیے آنے والا لیزلی مل جاتا ہے۔ لیزلی کو بھی قدیم ہندوستان کی تاریخ کے بارے میں جاننے کا شوق ہوتا ہے اور اس سلسلے میں سیتا اس کی مدد کرتی ہے اور اسے آثارِ قدیمہ اور تاریخی واقعات کے بارے میں بتاتی ہے۔ ہندی اساطیر میں نوارا ایلیا ایک اہم شہر کی حیثیت رکھتا ہے کیونکہ اس جگہ پر راون نے سیتا رانی کو قید کر رکھا تھا۔ "سیتا ہرن" کی سیتا جب عرفان سے ملنے کولمبو جاتی ہے تو کچھ دن وہاں رہنے کے بعد عرفان کی کاروباری

مصروفیات بڑھ جاتی ہیں اور وہ سیتا سے کہتا ہے کہ تم کچھ دنوں کے لیے کینڈی چلی جاؤ اور مختلف پُر فزا مقامات کی سیر و سیاحت کر آؤ اور اس کے لیے امریکن ایکسپریس سے بات کر کے فرسٹ کلاس ٹور کا انتظام بھی کروا دیتا ہے۔ کینڈی میں سیتا کی ڈاکٹر لزلی مارش سے ہوٹل میں ملاقات ہوتی ہے جو کہ ماہر آثار قدیمہ ہوتا ہے اور ان دنوں ایک بالکل مختلف موضوع پر کتاب لکھنے کے لیے آیا ہوتا ہے۔ سیتا اور لزلی کینڈی کے مختلف مقامات کی سیر ساتھ کرتے ہیں اور سیتا اس کو ہندوستانی تاریخی واقعات اور اساطیری کہانیوں کے بارے میں وقتاً فوقتاً بتاتی رہتی ہے۔ اس حوالے سے قراۃ العین حیدر "سیتا ہرن" میں لکھتی ہیں:

"نوارا ایلیا میں زمین ایک فٹ تک سیاہ ہے۔ یہاں کے لوگوں کا عقیدہ ہے کہ سیتا کو بچانے کے لیے یہاں آکر ہنومان نے سارے پہاڑ کو آگ لگا دی تھی۔ جب ہی سے یہ زمین جلی ہوئی ہے۔ سیتا یہیں کھوئی گئی تھی۔۔۔ راون نے سیتا کو لا کر اسی جگہ پر قید کیا تھا۔"(5)

اس کے بعد سیتا اور لیزلی کو پہاڑوں پر گھومتے ہوئے ایک آبشار نظر آتی ہے اور اس آبشار سے ذرا ہٹ کر انہیں ایک سفید مندر نظر آتا ہے۔ پوچھنے پر بتایا جاتا ہے کہ یہ سیتا پر میشوری کا مندر ہے۔ اس جگہ رہنے اور اس سے جڑی اساطیر کے بارے میں مصنفہ لکھتی ہیں:

"دیکھئے میڈم۔۔۔ وہ جو آبشار کے برابر میں چھوٹی سی سرنگ ہے اس کے ذریعے سیتا ایلا سے کھانا لا کر پہنچایا جاتا تھا۔۔۔ راون یہاں سے اڑتیس میل دور ایلا میں رہتا تھا۔"(6)

ہندو اساطیر کے مطابق یہ وہی جگہ ہے جہاں رام کی بیوی سیتا دیوی کو راون نے قید کر رکھا تھا۔ رام کے سپہ سالار ہنومان نے لنکا جا کر سیتا کے بارے میں معلومات حاصل کی تھیں کہ سیتا کو راون نے کہاں قید کیا تھا۔ اس مقام کی ہندوؤں کی ہاں بہت اہمیت حاصل ہے۔

لنکا

لنکا ہندو تاریخی اور رزمیہ کتاب رامائن میں ایک جزیرے کا دار الحکومت تھا جس کا راکھشس بادشاہ راون تھا۔ راون کو مارنے کے بعد ہنومان نے اس شہر کو آگ لگا دی تھی اور مکمل طور پر تباہ کر دیا تھا۔ اس اساطیری علاقے کو آج کل سری لنکا کہا جاتا ہے۔ ہندو اساطیر کے مطابق اس شہر کو برہما دیوتا نے سب سے پہلے سمندر کے وسط میں ایک پہاڑ پر تعمیر کیا تھا۔ قرۃ العین حیدر نے اپنے ناولٹ "سیتا ہرن" میں اس شہر کے حوالے سے تفصیل سے لکھا ہوا ہے۔ سیتا چندانی اپنی دوستوں سے ٹیلی فون پر اپنے شوہر جمیل کے بارے میں بات کر رہی تھی اور بلقیس اس سے کہتی ہے کہ تم جمیل بھائی کے ساتھ سمجھوتے کرنے کی بجائے عرفان کی ساتھ خط و کتابت کیوں کر رہی ہو وہ تو پاکستان میں رہتا ہے اور ہمیں شک ہے کہ کہیں تم عرفان کی محبت میں گرفتار تو نہیں ہو گئی

اور اسی لیے تمہارے لیے پاکستان جانا تو ناممکن ہے اور تم اسے ملنے کے لیے کولمبو جا رہی ہو۔سیتا کو بلقیس کی یہ باتیں بہت بُری لگتیں ہیں اور وہ غصے سے فون بند کر دیتی ہے اور اپنا بیگ اٹھا کر ہما کے گھر سے چلی جاتی ہے۔ہما کی ماں اس سے پوچھتی ہے کہ سیتا چلی گئی تم اسے کھانا تو کھلا دیتی۔اس وقت ہما کی ماں رامائن پڑھ رہی ہوتی ہے اور منو، مہاراجہ ستیہ کیتو کے بعد راون کے شہر لنکا کے بارے میں واقعات کا ذکر آتا ہے۔قراۃ العین حیدر اس اساطیری شہروں کا ذکر کرتے ہوئے "سیتا ہرن" میں لکھتی ہیں:

"سمندر کے وسط میں ایک پہاڑ ہے۔اس پر برہما نے ایک مضبوط قلعہ بنایا جو اِندر کے شہر امراوتی سے بھی زیادہ خوبصورت تھا اور لنکا کہلاتا تھا۔اس کے چاروں اور سمندری پانی کی خندق تھی اور اس کی دیواریں سونے کی تھیں جن میں ہیرے جوہرات جڑے تھے۔راون نے اس لنکا کو اپنی راجدھانی بنایا اور اس میں اطمینان سے رہنے لگا۔عشرت، دولت، بیٹے، افواج، فتح و نصرت، طاقت، ذہانت سب کچھ اس کا تھا۔اس کا بھائی کمبھ کرن جو بے حد پیٹو تھا، سال میں چھ مہینے سوتا تھا۔

"اپنی طاقت کے نشے میں آ کر ایک روز راون نے ساری کائنات کے خلاف اعلان جنگ کر دیا۔ساری دنیا اس کی محکوم ہو گئی۔۔۔نیکی اس جہان سے رخصت ہو گئی۔"

"تب خداوند عالم نے کہا۔۔۔میں نے مدتیں گزریں کیشیپ اور آوتی سے ان کی ایک آرزو پوری کرنے کا وعدہ کیا تھا۔اب میں سورج بنسی خاندان میں پیدا ہوتا ہوں اور میرا نام رام ہو گا۔"(7)

ناول نگار نے اپنے ناولٹ "سیتا ہرن" میں ہندو تاریخ کی مشہور کتاب "رامائن" کی کہانی کو قارئین کے لیے پیش کیا ہے اور موجودہ دور کی عورت کا سماجی المیہ بیان کرتے ہوئے سیتا مہارانی کی آپ بیتی جو کہ رامائن میں بیان ہوئی ہے اسے اس جدید دور کی ڈاکٹر سیتا چندانی کے کردار کے ساتھ مطابقت پیدا کرنے کی خوبصورت کوشش کی ہے۔جدید دور کی عورت کے پس منظر میں ہندو تاریخ کی اساطیری کہانی کو ایک نئے انداز اور پیرائے میں ڈھالا ہے جس سے ان کی تاریخ شناسی کا پتہ چلتا ہے کہ انھیں قدیم تاریخ سے کس قدر لگاؤ تھا۔

تکشلا / ٹیکسلا

تکشلا ایک قدیم اور تاریخی شہر ہے جو اب ٹیکسلا کہلاتا ہے اور گندھارا تہذیب کا صدر مقام تھا۔یہ تاریخی شہر کئی بار تعمیر اور کئی بار برباد بھی کیا گیا لیکن یہ اپنی تاریخی حیثیت آج بھی برقرار رکھے ہوئے ہے۔ٹیکسلا بدھ مت کی تہذیب کا مرکز تھا اور آثار قدیمہ کی تحقیق کے مطابق یہ شہر علم و ادب کا بڑا مرکز تھا اور یہاں بہت بڑی بڑی یونیورسٹیاں موجود تھیں جو اس دور کے مروجہ علوم کے ساتھ فلسفہ اور گیان کی بھی تعلیم دیتی تھیں۔ہزاروں کی تعداد میں بھکشو اس تکشلا میں علم حاصل کرتے اور پھر اپنے مذہب کا پرچار کرنے کے لیے دور دراز کے مقامات کے طرف جاتے۔گوتم نیلمبر جب شراوستی شہر کی طرف سفر کر رہا ہوتا ہے تو راستے میں

ندی کے پاس اسے لڑکیاں نظر آتی ہیں ان میں نرملا بھی ہوتی ہے۔ تو لڑکیاں ایک دوسرے سے گوتم کے بارے میں بات کرتی ہیں کہ یہ کون ہے اور کس طرف جارہا ہے۔ ان میں سے ایک کہتی ہے کہ کوئی طالب علم معلوم ہوتا ہے۔ نرملا جب اسے دیکھتی ہے تو اسے اپنے بھائی کا خیال آتا ہے تو ٹکشلا کے مدرسوں میں تعلیم حاصل کرنے کے لیے گیا ہوتا ہے وہ کہتی ہے:

"نرملا کو اپنے بھائی کا خیال آگیا، جو اسی طرح کی ان گنت ندیاں، چٹیل میدان اور دشوار گذار پہاڑیاں عبور کر کے بہت دور ٹکشلا گیا ہوا تھا اور اب تک نہیں لوٹا تھا۔"(8)

ندی کنارے بیٹھے لڑکیاں پھر بھی ایک دوسرے کے ساتھ انہی علم کے متلاشیوں کے بارے میں گفتگو کر رہی ہوتی ہیں اور ایک دوسرے سے پوچھتی ہیں کہ یہ لوگ اتنا پڑھ لکھ کر کیا کرتے ہیں اور انھیں کیا فائدہ ہوتا ہے۔ قرۃ العین "آگ کا دریا" میں لکھتی ہیں:

"جب یہ لوگ اتنا پڑھ جاتے ہیں تو کیا ہوتا ہے۔" تیسری لڑکی نے بے دھیانی سے پوچھا۔ اس لڑکی کا نام سروجنی تھا۔

"ہوتا کیا ہے۔ جھک مارتے ہیں۔ کسی نئے دھرم کا اوشکار کر لیتے ہیں یا کسی نئے فلسفے کا پرچار شروع کر دیتے ہیں۔" نرملا نے جل کر جواب دیا۔ اس کا اکلوتا بھائی ٹکشلا میں ریاضی اور صرف و نحو سے سر کھپانے کی بجائے یہاں گھر پر ہوتا تو کیا چمپک اس سے بیاہ نہ کر لیتی۔"(9)

اس قدیم شہر کا ذکر تاریخ کی کئی کتابوں میں موجود ہے۔ اس شہر کو قدرت نے کئی بار اجڑتے اور بستے ہوئے دیکھا۔ اس شہر سے جڑی ہوئی قدیم اقوام کی تاریخ آج بھی ان کھنڈرات سے یہ بتانے کی کوشش کرتی ہے کہ یہاں کتنے عظیم بادشاہوں اور تہذیبوں نے جنم لیا مگر آج ان کا نام و نشان بھی نہیں ملتا۔

وارانسی / بنارس

وارانسی / بنارس / کاشی کئی ہزار سالوں سے شمالی ہندوستان کا ثقافتی مرکز رہا ہے اور گنگا تہذیب سے بھی اس کا گہرا تعلق ہے۔ ہندوؤں کا عقیدہ ہے کہ یہاں پر مرنے اور گنگا کے کنارے ان کا جنازہ اٹھانے سے انسان دوبارہ جنم لینے کے چکر کو توڑ سکتا ہے اور اسے نجات مل سکتی ہے۔ یہاں دور دراز سے لوگ اس مقام کی زیارت کرنے کے لیے آتے ہیں۔ ہندوستان کے کئی بڑے فلسفی، شاعر، مصنف وارانسی کے رہنے والے ہیں جن میں کبیر، مالک رامانند، منشی پریم چند نام ہیں۔ وارانسی کو مندروں کا شہر، ہندوؤں کا قبلہ، بھگوان شیو کی نگری، دیپوں کا شہر، علم نگری وغیرہ جیسے ناموں سے بھی یاد کیا جاتا ہے۔ پرانوں کے مطابق کاشی شہر بھگوان شیو نے تقریباً 5000 برس پہلے قائم کیا۔ یہ شہر ہندوؤں کے مقدس مقامات میں سے ایک

ہے۔ مقدس اور رزمیہ کتابوں رامائن، مہا بھارت اور رگ وید سمیت کئی ہندو متون میں اس شہر کا ذکر ملتا ہے۔ وارانسی شہر کو تقریباً تین ہزار سال قدیم تصور کیا جاتا ہے جبکہ ہندو روایات کے مطابق کاشی اس سے بھی قدیم ہے۔ گوتم بدھ کے زمانے میں وارانسی مملکت کاشی کا دار الحکومت ہوا کرتا تھا۔

قرۃ العین حیدر نے اپنے ناول "آگ کا دریا" میں ہندو تاریخ کی کئی نامور ریاستوں کا ذکر کیا ہے۔ اس ناول کی مرکزی کردار چمپا جب لکھنو میں موجود تھی اور اپنی زندگی آرام سکون سے گزار رہی تھی تو ایک دن اُس نے اخبار میں پڑھا کہ بہار میں پھلگو ندی کے قریب چند بلوائیوں نے چند سماجی کارکنوں پر حملہ کر دیا ہے اور زخمی ہونے والے لوگوں میں کمال، شنکر اور گوتم بھی شامل تھے۔ اور چمپا اس کی عیادت کرنے کے لیے سول ہسپتال چلی جاتی ہے اور کچھ دنوں کے علاج کے بعد جب یہ تینوں قدرے بہتر ہو جاتے ہیں اور آوارہ گردی کے لیے نکل جاتے ہیں۔ گوتم چمپا کو مرزا پور کے حوالے سے تاریخ بتاتا ہے اور ہاتھیوں پر بیٹھ کر وہ کپل وستو کے گاؤں پہنچے تو گاؤں والے انھیں حیرت سے دیکھ رہے تھے۔ گوتم نے ہماوت کی گلابی چوٹیوں کی طرف دیکھا اور کپل وستو کے کھنڈروں میں پہنچ کر چمپا نے چاروں طرف نظر ڈالی۔ کمال بڑی تندہی سے ایک پتھر کو رومال سے صاف کرنے لگا، اس پر لکھا تھا:

> "مہاراجہ پیاداس نے اس جلوس کے اکیسویں سال بہ نفس نفیس یہاں آکر عبادت کی کیونکہ اس جگہ بدھ شاکیہ منی پیدا ہوا تھا۔ کیونکہ یہاں بدھ نے جنم لیا اس وجہ سے اس گاؤں کی مالگذاری معاف کی جاتی ہے۔"(10)

زمانے کے حالات و واقعات اور جنگ و جدل کے سبب یہ شہر تباہ و برباد ہو گیا اور کھنڈروں کی صورت اختیار کر گیا۔ انسانوں نے پرانے شہر چھوڑ کر نئے شہر آباد کر لیے۔ چمپا جب اس شہر کے پرانے کھنڈرات کو دیکھتی ہے تو کہتی ہے:

> "اب یہاں وہ کنول کے تالاب اور سنہرے ہرنوں کی ڈاریں اور درختوں کے کنج اور چنبیلی کے پھولوں سے گھری ہوئی بارہ دریاں کہاں ہیں؟ چمپا نے اپنے آپ سے پوچھا، وہ ان سب سے ذرا الگ ایک پتھر پر بیٹھی تھی۔ یہاں تو ویرانہ ہے اور یہاں گیدڑ راتوں کو چلاتے ہیں۔ یہاں فصیل کی ٹوٹی پھوٹی دیواریں تھیں اور مٹی کے ٹیلے اور شکستہ چوکور تالاب۔ مہارانی مایا دیوی کے محلات سرخ اینٹوں کے ایک برے سے ڈھیر کی شکل میں چاندنی میں نظر آرہے تھے۔ قریب روہنی ندی اس سکون سے گنگناتی ہوئی بہہ رہی تھی گویا کوئی بات ہی نہیں۔"(11)

> "زندگی کی ندی پر پل بنانے والا چوبیسواں مہاویر جو ویشالی کے کند گرام میں پیدا ہوا۔ اہنسا کی تلقین کرتا سارے دیس میں گھوما۔۔۔ اور پھر دور ونگا کے گھنے جنگلوں کی طرف نکل گیا۔ کپلا وستی کے لُمبنی

گرام میں پیدا ہونے والا سدھارتھ جو گری ورج کی سبز پہاڑیوں پر چلا۔ نرنجن ندی میں نہایا۔ پیپل
کے درخت کے سائے میں جسے گیان حاصل ہوا۔ شراوستی اور کاشی کے باغوں میں جہاں ہرن کلیلیں
بھرتے تھے، اس نے واعظ کہے اور جو کوسی نگر میں مرا۔۔۔"(12)

مہابھارت کے مطابق ایک سوئمبر میں پانڈوؤں اور کوروؤں کے دادا بھیشم نے کاشی کی تین بیٹیوں امبا، امبیکا اور امبالکا کو اغوا کر لیا تھا۔ اس اغوا کے نتیجے میں کاشی اور ہستناپور کی ریاستوں کے درمیان میں رنجش کی ایک بنیادی وجہ یہ بھی ہے اور سپہ سالار کرن نے دریودھن کورو کے لیے کاشی کی شہزادی کو اغوا کر لیا تھا جس جی وجہ سے کورو کھیشتر کی جنگ میں کاشی کے بادشاہ نریش نے پانڈوؤں کا ساتھ دیا تھا۔

اس دور کے بادشاہ مہاکوشل نے اپنی بیٹی کوسل دیوی کی مگدھ کے راجا بھیم بسار سے شادی کر کے جہیز کے طور پر کاشی کی سالانہ آمدنی دینی شروع کی اور اس طرح کاشی حکومتِ مگدھ کے زیرِ انتظام چلی گئی۔ حکومت کے لالچ میں مگدھ کے راجا بھیم بسار کے بیٹے اجات شترو نے باپ کو مار کر تخت چھین لیا۔ چنانچہ کوسل دیوی بیوہ ہو گئی اور اس کی بہن نے اجات شترو کو سالانہ آمدنی دینا بند کر دی اور اجات شترو نے حملہ کر کے کوشل حکومت پر قبضہ کر لیا اسی طرح کاشی کبھی کوسل اور کبھی مگدھ کے ہاتھوں میں رہا۔ چونکہ ان شہروں اور خطوں کا تعلق کسی نہ کسی طرح سے ہندو مذہب کی تاریخ کے اہم کرداروں کے ساتھ ہے اور یہاں سے جڑی ہوئی ہندو تاریخ کی کئی اساطیری داستانوں میں ان علاقوں کا ذکر آیا ہے اسی لیے آج صدیوں بعد بھی یہ شہر اپنی اہمیت کو کھو نہیں سکے۔

ہستناپور

ہستناپور ایک قدیم اور تاریخ شہر ہے۔ ہندو مذہبی کتابوں مہابھارت اور پرانوں کے علاوہ جین مت میں اس کا ذکر آیا ہے۔ یہ شہر دریائے گنگا کے دائیں کنارے پر واقع ہے۔ مہابھارت میں اس شہر کے حوالے سے کئی واقعات ملتے ہیں۔ کہا جاتا ہے شکنتلا اور راجہ دشنیت کے ملاپ سے پیدا ہونے والا لڑکا "بھرت" بھی اسی شہر کا رہنے والا تھا اور یہیں پر اس نے اپنی حکومت قائم کی۔ اور یہ بھی روایت ہے کہ بھرت ہی کے نام پر بھارت کا نام پڑا۔

ہندو تاریخی اساطیر کے مطابق راجہ دھرت راشٹر کی بیوی ملکہ گندھاری نے اس شہر میں اپنے سو(100) لڑکوں کو جنم دیا تھا۔ ان لڑکوں کو تاریخ "کورو" کے نام سے جانتی ہے اور پھر یہی شہر کورو سلطنت کا دارالحکومت بھی تھا۔ آج کل یہ شہر ہندوستان کی ریاست اتر پردیش کے ضلع میرٹھ کا ایک شہر ہے۔ قراۃ العین حیدر نے اپنے ناول "آگ کا دریا" میں اس شہر کا ذکر کئی مواقعوں پر کیا ہے۔ گوتم نیلمبر اور ہری شنکر کی پہلی

ملاقات میں وہ ایک دوسرے سے حالاتِ زندگی کے بارے میں پوچھتے ہیں اور گوتم نیلمبر ہری شنکر سے پوچھتا ہے کہ ہری شنکر کیا تم کرشن واسودیو کے بھگوت ہو؟ اس کے جواب میں ہری شنکر کہتا ہے کہ وہ ابھی اتر بچھم سے واپس آرہا ہے جہاں شیو دیو کی ارادھنا ہے اور اس نے کشمیر کے علاوہ دیگر تاریخی مقامات بھی دیکھے ہیں جن میں ٹکشلا، متھرا اور ہستناپور کے کھنڈر بھی شامل ہیں۔ اس حوالے سے قراۃ العین "آگ کا دریا" میں ان دونوں کی گفتگو کو ان الفاظ میں بیان کرتی ہیں:

"میرا وہاں جانے کو بہت جی چاہتا ہے۔ تم نے اپنی تعلیم ختم کرلی؟"
"ہاں۔۔۔ پھر میں بہت لمبے سفر پر نکل گیا۔ اپار سمندر کے کنارے میں نے دوارکا کے درشن کیے۔ میں متھرا گیا۔ برھم ورت میں ہستناپور کے کھنڈر میں نے دیکھے۔ گوتم میں نے اندازہ لگایا کہ وقت بہت خوفناک چیز ہے۔ کیا تم کبھی وقت کے خوف سے لرزے ہو؟"۔[13]

ہندوستانی تاریخ میں پاٹلی پتر، ایودھیا، بنارس، کشمیر، کاشی، ہستناپور وغیرہ ایسے شہر ہیں جن کے ساتھ ہندو مذہب کے ماننے والوں کی دلی اور مذہبی وابستگی کسی سے پوشیدہ نہیں ہے۔ ہندو اپنے کئی تہوار منانے کے لئے ان شہروں کا رخ کرتے ہیں اور ان شہروں میں موجود مندروں میں اپنی پوجا بھی کرتے ہیں۔ ناول نگار نے اپنے ناولوں میں قدیم ویدک دور سے شروع ہونے والی ہندوستان کی تاریخ کے مختلف ادوار کا ذکر نہایت تفصیل سے کیا ہے۔ ان کے کردار اسی ہندوستان کے مختلف قدیم، اساطیری اور تاریخی شہروں اور خطوں سے گھومتے ہوئے کبھی کرشن اور ارجن، کبھی رام اور سیتا، کبھی کوروا اور پانڈو کی داستانیں سناتے ہیں۔ قرۃ العین کہیں ہولی، بسنت، کرشن جنمی اور کہیں دیوالی کی رسومات کے حوالے سے بڑی اہم باتیں بیان کر رہی ہوتی ہیں اور ہندوستان کے تہذیبی اور ثقافتی اثاثے کو جدید دور کے انسان کے گوش گزار کرتی ہیں۔ ہندوستان کی قدیم دور کی تاریخ کے مستند مآخذ نہ ہونے کے برابر ہیں اور آج جن حوالوں سے ہندوؤں کی تاریخ درج کی جاتی ہے وہ صرف اور صرف ان کی مذہبی کتابیں ہیں جو اس مذہب کے آغاز کے کافی عرصے بعد تحریر کی گئیں۔ لہٰذا اس قوم سے جڑی ہوئی قدیم اساطیری قصے کہانیاں ہمیں ان مذہبی اور رزمیہ داستانوں کے علاوہ سینہ بہ سینہ منتقل ہونے والی روایات سے ملتی ہیں۔

حوالہ جات

۱۔ مہر عبد الحق، ڈاکٹر، ہندو صنمیات، (ملتان، بیکن بکس، 1993ء،) ص 1
۲۔ قراۃ العین حیدر، آخرِ شب کے ہمسفر (لاہور، سنگ میل پبلی کیشنز، 2016ء) ص156
۳۔ قراۃ العین حیدر، چار ناولٹ (لاہور، سنگ میل پبلی کیشنز، 2010ء) ص149
۴۔ آخرِ شب کے ہمسفر، ص108
۵۔ چار ناولٹ (سیتا ہرن)، ص149
۶۔ ایضاً، ص124
۷۔ ایضاً، ص167
۸۔ قراۃ العین حیدر، آگ کا دریا (لاہور، سنگِ میل پبلی کیشنز، 2018ء،) ص7
۹۔ ایضاً، ص8،7
۱۰۔ ایضاً، ص274
۱۱۔ ایضاً، ص274
۱۲۔ ایضاً، ص26
۱۳۔ ایضاً، ص11